محمد خالد مسعود

اِسلام اور عصری مسائل
— خبروں کے آئینے میں —

اسلام کے خلاف بیرونی سازشوں کا واہمہ منفی سوچ کی پیداوار ہے۔
(ڈاکٹر سیّد رزق الطویل)

قاہرہ (المسلمون)۔ ۶ نومبر ۱۹۹۲ء۔ اسلامی تحریکوں میں شامل نوجوانوں کی زبان سے اکثر "بیرونی سازش" کا ذکر سننے میں آتا ہے۔ اُمت کے ہر مسئلے اور ہر مشکل میں انھیں بیرونی ہاتھ نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر سید رزق الطویل نے اسے منفی سوچ کی پیداوار قرار دیتے ہوئے وضاحت کی کہ اسلامی تحریکیں اس وقت ایسی صورتِ حال سے دوچار ہیں جسے "درد زہ" کا مرحلہ کہا جاسکتا ہے۔ تمام جدید اسلامی رجحانات نے نامساعد حالات میں اور استبدادی نظاموں میں جنم لیا ہے۔ انھیں اپنی تحریک کے ضمن میں شدید مزاحمتوں کا سامنا ہے۔ حالات کی تبدیلی میں انھیں نئے طرزِ فکر کی ضرورت ہے لیکن ان پر منفی سوچ غالب آگئی ہے جس کی وجہ سے وہ مثبت اقدامات کی بجائے وہم اور وسوسے کا شکار ہو کر حالات کا صحیح تجزیہ کرنے کی بجائے بیرونی سازشوں کو اپنی ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرانے لگے ہیں۔

ندوہ ہیئت علما کے سربراہ ڈاکٹر عبدالغفار عزیز کا خیال ہے کہ گہری سازش اور بیرونی سازش کا تصوّر اس لیے پیدا ہوا کہ اکثر مسلمان حکومتوں نے اسلامی تحریکوں کو دبانے کی کوشش کی ہے جس میں باہر کے ملکوں کی امداد کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ روزانہ واقعات سے بھی مغرب کی اسلام دشمنی کا پتا چلتا ہے۔ جب بھی اسلامی نظام کے لیے کوئی تحریک

اٹھتی ہے مغربی ممالک علمی، عملی اور نظری اقدامات کے ذریعے اس کی مخالفت کرتے ہیں اور مغربی تسلط کو قائم رکھتے ہیں۔

جامعہ قاہرہ میں لسانی اور شرعی علوم کے استاد ڈاکٹر عبدالصبور شاہین کے نزدیک سازش کا یہ احساس دراصل سیاسی تناؤ کا نتیجہ ہے اور تحریکی مشکلات کے آسان حل کے طور پر سامنے آیا ہے۔ یہ اصل حقیقت سے دوری کا مظہر ہے۔ زندگی میں خیر و شر ہمیشہ سے برسرِ پیکار رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صحیح تجزیے کے ذریعے خیر کی قوت میں اضافہ کیا جائے، آسان اور یک طرفہ تجزیے پیچیدہ عوامل کو سمجھنے میں نہ صرف ناکام رہتے ہیں اور صورتِ حال کی صحیح تصویر سامنے نہیں آنے دیتے بلکہ تحریکوں میں محدود تصورات اور تنگ نظری کو جنم دے کر تحریکوں کی ناکامی کا سبب بنتے ہیں۔

ڈاکٹر الطویل نے واضح کیا کہ اسلامی تحریکات کے کارکن کی پرورش اس تصور پر کی جاتی ہے کہ معاشرے کا ایک حصہ اس کا دشمن ہے۔ معاصر حکومتوں کے استبدادی اقدامات سے اس احساس کو تقویت ملتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ تحریکوں کے قائدین کا فرض ہے کہ وہ منفی فکر اور رویوں کی جگہ مثبت فکر کو رواج دیں۔

معروف ادیب فہمی ہویدی نے کہا ہے کہ احیائے اسلام کے خلاف سازشوں کے وجود سے انکار نہیں لیکن تاریخی اور منطقی طور پر یہ تصور اضافی اور بے معنی ہے۔ تاریخی طور پر اسلام کے خلاف سازشیں ہمیشہ ہوتی رہی ہیں، لیکن ہر واقعہ میں بیرونی سازش کا خوف کمزور اور بیمار ذہن کی نشانی ہے۔ اگر مسلمان نظریاتی، مادی اور فکری طور پر صحت مند اور قوی ہوں تو اس طرح کے خوف جدوجہد پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

فہمی ہویدی کی رائے میں سازش کے اندیشے کا بنیادی سبب مسلم معاشرے میں خود احتسابی کا فقدان ہے۔ امت مسلمہ میں اپنے پر تنقید کی نہ عادت ہے نہ ہمت۔ ہماری حکومتیں مقدس ہیں اور حاکم تنقید سے بالاتر۔ ہمارے والدین، علما، ادارے تنقید سے ماورا ہیں۔ نوجوان ان پابندیوں کی فضا میں پلتا ہے جہاں کوئی تنقید سننے کو تیار نہیں۔ وہ نہ صرف دوسروں پر تنقید نہیں کر سکتا بلکہ اپنے احتساب اور تنقید کی اہلیت سے بھی محروم

رہتا ہے، نتیجہ یہ کہ وہ اپنی تمام خرابیوں اور مشکلات کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالنے لگتا ہے ۔ اس ذہنی فضا میں "بیرونی سازشوں" کا وہم جڑ پکڑ لیتا ہے ۔

دعوت و تبلیغ کے ثمرات مشکل سے دس فی صد مسلمان آبادی تک پہنچ رہے ہیں ۔

(مولانا مجیب اللہ ندوی)

اعظم گڈھ (الرشاد) جون ۱۹۹۲ء ۔ ہندوستان میں دین کے سلسلے میں جو کام ہو رہا ہے اس کا فائدہ مشکل سے دس فی صد مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے ۔ یہ بات مولانا مجیب اللہ ندوی نے مہاراشٹر، گجرات اور راجستھان کے دورے کے بعد لکھی ۔ اُنھوں نے لکھا کہ دعوت و تبلیغ، دینی، ملی، تعلیمی اور اقتصادی محاذ پر ہم لوگ جتنا کچھ کام کر رہے ہیں اس کے ہدف میں مسلمان آبادی کا نوّے فی صد حصّہ شامل نہیں ہے ۔ اور حال یہ ہے کہ دس فی صد کام میں بھی ہم لوگ آپس میں دست و گریباں ہیں ۔ اُنھوں نے کہا کہ دیندار طبقہ اور خصوصاً علماء جب تک وسعتِ قلب کے ساتھ اپنے مخالف مسالک اور مکاتبِ فکر کی بات سننے اور برداشت کا مادہ اپنے اندر پیدا نہیں کریں گے مسلمانوں میں دین کے کام کو کامیابی نہیں ہوگی ۔

امام کے لیے تنخواہ لینا جائز نہیں ۔ (ڈاکٹر حسینی البوفرحہ)

قاہرہ (المسلمون) ستمبر ۱۹۹۲ء ۔ جامعہ ازہر کے استاد ڈاکٹر حسینی البوفرحہ نے واضح کیا ہے کہ عبادات پر اجر وصول نہیں کیا جا سکتا ۔ نماز ایک عبادت ہے اور عبادات کی ادائیگی واجبات میں سے ہے، اس لیے ان کا معاوضہ نہیں ۔ اجر صرف اللہ تعالیٰ ادا کرتا ہے ۔ کیونکہ نماز اللہ کے لیے ہے، یہ نہ کسی حکومت کی طرف سے عائد کردہ فریضہ ہے نہ لوگوں کی طرف سے ۔ اس لیے ان میں سے کوئی بھی اس کی تنخواہ ادا کرنے کا ذمہ دار نہیں ۔ عبادات کو پیشہ قرار دے کر ان کی تنخواہ وصول کرنا صحیح نہیں ۔ ان کو قضا اور تدریس کے پیشوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ فرائض کفایہ ہیں ۔

صیحح امام بخاری کو کمپیوٹر میں محفوظ کر لیا گیا

ریاض (المسلمون) نومبر ۱۹۹۲ء۔ صخر کمپیوٹر کے ادارے العالمیہ نے اعلان کیا ہے کہ انھوں نے صحیح امام بخاری کو کمپیوٹر پروگرام میں محفوظ کر لیا ہے۔ اس پروگرام میں صحیح بخاری کی تمام احادیث، اسانید کے علاوہ تمام راویوں کے حالات، مشکل الفاظ کے معانی، اصول حدیث، اصطلاحات اور امام بخاری اور ان کے شیوخ کے حالات زندگی محفوظ ہیں۔ حدیث کے کسی بھی لفظ، راوی کے نام سے مکمل حدیث کا متن، اس کی سند اور روات کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ موضوعاتی اشاریہ بھی موجود ہے، جس کے ذریعے کسی موضوع پر احادیث کی بھی تخریج ہو سکتی ہے۔

اس ادارے نے اس سے پہلے قرآن کریم پر مکمل کمپیوٹر پروگرام پیش کیا تھا۔ مستقبل قریب میں حدیث کی دوسری کتابوں پر بھی کمپیوٹر پروگرام پیش کیے جائیں گے۔ اس وقت مسند امام احمد بن حنبل پر کام جاری ہے۔

اسلامی ویڈیو کیسٹ

نومبر میں جاری ہونے والے اسلامی کیسٹ اور ویڈیو میں مندرجہ ذیل سر فہرست رہے۔

ویڈیو

شیخ احمد دیدات : صلیب مسیح۔
مملکت سعودی عرب۔ مناسک حج۔
" : ہلاکت کا طوفان۔
صومالیہ

کیسٹ

شیخ محمد المنجد : پڑوسیوں سے ملاقات
محمد بن سعید القحطانی : دین کا استہزا
شیخ سلمان العودہ : نبی کریم کی نماز
شیخ علی خضیری : ہمارے ہاں کاہلوں کی کوئی جگہ نہیں

"زکوٰۃ قسطوں میں ادا کی جا سکتی ہے۔" (ازہر کی مجلس فتویٰ کا فیصلہ)

قاہرہ (المسلمون) ۲۵ ستمبر ۱۹۹۲ء۔ جامعہ ازہر کی مجلس فتویٰ نے فیصلہ دیا ہے کہ مقاصد زکوٰۃ کو بہتر طریقے سے پورا کرنے کے لیے زکوٰۃ قسطوں میں ادا کی جا سکتی ہے۔ اگر

زکوٰۃ دینے والا محسوس کرے کہ حاجت مند کو زکوٰۃ کی یک مشت ادائیگی کے بجائے وقفے وقفے سے ادائیگی حاجت مند کے حق میں زیادہ مفید ہے تو اسے قسطوں میں ادا کرنا جائز ہے۔

"کاروبار میں نقصان کے اندیشے کے پیش نظر دو نمازوں کو جمع کیا جا سکتا ہے۔"

(علمائے ازہر کا فتویٰ)

قاہرہ (المسلمون) ۲۵ ستمبر ۱۹۹۲ء ۔ ایک تاجر کے سوال کے جواب میں جامعہ ازہر کی مجلسِ فتویٰ نے وضاحت کی ہے کہ فقہا نے سفر اور بارش کے دوران ظہر اور عصر، اور مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس اجازت کی بنیاد سنت نبوی پر ہے، جس کی روایت صحیح بخاری، ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہے۔ مالکی فقہا نے متوقع بارش کے پیشِ نظر عشا کی نماز مغرب کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح آندھی اور کیچڑ سے بچنے کے لیے بھی دو نمازیں جمع کرنے کی اجازت ہے۔ حنبلی فقہا نے شدید سردی اور برف باری کی صورت میں جمع صلوٰتین کی اجازت دی ہے۔ بعض حنبلی اور شافعی فقہا نے مرض کی بنا پر اس کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ حنبلی فقہا کا موقف ہے کہ کسی بھی شرعی عذر کی بنا پر جمع صلوٰتین جائز ہے۔ اس عذر میں کاروبار میں نقصان بھی شامل ہے۔ اگر کسی تاجر کو خطرہ ہو کہ کاروبار چھوڑنے سے اسے نقصان ہو گا یا مال ضائع ہو جائے گا تو وہ نمازوں کو آگے پیچھے کر کے جمع کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک نانبائی یا باورچی کو خطرہ ہو کہ تاخیر کی وجہ سے اس کا مال خراب یا ضائع ہو جائے گا تو وہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے۔ ان تمام حالتوں میں رخصت کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ دین میں آسانی ہے۔

زنا بالجبر کی شکار خاتون کو حمل گرانے کی اجازت ہے۔

(ڈاکٹر سید رزق الطویل)

اگر کوئی عورت زنا بالجبر کی شکار ہوئی ہو تو اسے ذہنی، جسمانی صدمے کے علاوہ

بدنامی کا بھی شکار ہونا پڑتا ہے ۔ کیا ایسی عورت کو حمل گرانے کی اجازت ہے؟ رئیس جامعہ ازہر عبدالفتاح شیخ نے اس کی اجازت نہیں دی ۔ ان کا کہنا ہے کہ حمل گرانا جان کو ضائع کرنے کے مترادف ہے ۔ حمل جائز ہو یا حرام کاری کا نتیجہ، شرعی طور پر سب کا ایک ہی حکم ہے ۔ انھوں نے کہا اس سلسلے میں حمل کی مدت کا بھی اعتبار نہیں ، جدید تحقیقات کی رو سے مباشرت کے عمل کے فوراً بعد زندگی ظہور پذیر ہو جاتی ہے ۔ ازہر کی مجلس فتویٰ کے رکن ڈاکٹر محمد عبدالمتجلی نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ چالیس دن تک کا حمل ضرورت کے تحت گرایا جا سکتا ہے ۔ زنا بالجبر کی صورت میں عورت خود گناہ کی مرتکب نہیں، اس لیے وہ ضرورت کی وجہ سے حمل گرا سکتی ہے، لیکن چالیس دن کے بعد اسے اجازت نہیں ہوگی ۔

کلیہ دراسات عربیہ واسلامیہ کے سربراہ ڈاکٹر سید رزق الطویل نے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ جو خاتون زنا بالجبر میں ایک جرم کی شکار ہوتی ہے اسے اپنے نقصانات کم کرنے کی اجازت ہونا چاہیے ۔ وہ پہلے ہی بہت سے نقصانات اٹھا چکی ہوتی ہے، اسے بدنامی اور غیر مطلوب بچے کا مزید نقصان برداشت کرنے کے لیے کہنا زیادتی ہے ۔ البتہ حمل گرانے کی سزا کے طور پر اسے چوتھائی دیت ادا کرنے کو کہا جا سکتا ہے ۔

عورت اپنے خاوند کی میّت کو غسل دے سکتی ہے ۔

(ڈاکٹر صالح الاطرم)

ریاض (المسلمون) ۲۵ ستمبر ۱۹۹۲ء ۔ جامعہ امام محمد بن سعود کے استاد ڈاکٹر صالح الاطرم نے فتویٰ دیا ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی میت کو غسل دے سکتی ہے اور خاوند اپنی بیوی کی میّت کو غسل دے سکتا ہے ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی میّت کو غسل دیا تھا ۔

جہیز لڑکی کی ملکیت ہے ۔ (مفتی محفوظ احمد)

کراچی (الاشرف) اگست ۱۹۹۲ء ۔ مفتی محفوظ احمد دار الافتا جامعہ اشرفیہ سکھر نے ایک استفتا کے جواب میں وضاحت کی ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ سارا لڑکی کی ملک ہوتا ہے ، اس پر لڑکے والوں کی یا خاوند کی ملکیت نہیں ہوتی ۔ نہ وہ خاوند بیوی کا مشترکہ مال سمجھا جا سکتا ہے ، بلکہ لڑکے والوں کی طرف سے بھی جو کچھ لڑکی کو دیا جاتا ہے ، اس کی مالک بھی لڑکی ہوتی ہے ۔ چنانچہ علیحدگی کے وقت لڑکی اپنا یہ سارا سامان واپس لے سکتی ہے ۔

ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں سرکاری ملازم کی نام زد کردہ صرف ایک بیوی طبی علاج معالجے کی مستحق ہوگی ۔ (وفاقی شرعی عدالت کی توثیق)

لاہور (تمدن) اگست ۱۹۹۲ء ۔ حکومت پاکستان کے طبی قوانین ۱۹۹۰ء برائے وفاقی ملازمین کی رو سے ایک سے زیادہ بیویاں طبی علاج کی مراعات کی حق دار نہیں ۔ خاوند صرف ایک بیوی کو نامزد کر سکتا ہے جسے طبی سہولت دست یاب ہوگی ۔ ایک درخواست دہندہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ یہ قانون خلاف شریعت ہے کیونکہ قرآن کریم میں تمام بیویوں سے مساوی سلوک کا حکم دیا گیا ہے ۔ اور یہ قانون بالواسطہ طور پر صرف ایک شادی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ۔ وفاقی شرعی عدالت نے درخواست کو خارج کرتے ہوئے کہا کہ یہ قوانین قرآن و سنّت کے خلاف نہیں ہیں ۔ طبی سہولت دراصل ایک رعایت ہے جو قواعد ملازمت کے تحت دی گئی ہے اور حکومت کو حق ہے کہ یہ رعایت وہ ایک بیوی تک محدود رکھے ۔

بیویوں کو مارنے والے اکثر نفسیاتی مریض ہیں ۔ ان کو علاج کی ضرورت ہے ۔

ریاض (المسلمون) نومبر ۱۹۹۲ء ــ المسلمون کی زیر ادارت سعید زہرانی ، ثناء ابو صالح اور سہام عز الدین نے مسلم معاشرے میں مار پیٹ کے بڑھتے ہوئے رجحان کا جائزہ لیا ہے اور اس کے قانونی ، شرعی ، نفسیاتی اور معاشرتی پہلوؤں کا مطالعہ کیا ہے ۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے خاص طور پر بیویوں کو مارنے کے بارے میں شرعی احکام پر تحقیق

کی ہے۔ مختلف ماہرین اور علما کی تحقیقات اور آرا کی روشنی میں وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مارپیٹ کا موجودہ رجحان انتہائی نقصان دہ ہے اور اس کی اخلاقی، قانونی اور شرعی اجازت نہیں ہے۔

جامعہ ملک محمد بن سعود، ریاض کے استاد ڈاکٹر صالح السدلان نے تفصیل سے بتایا کہ اسلام میاں بیوی میں باہمی سمجھ بوجھ اور تعاون کے روابط چاہتا ہے۔ شریعت کا حکم ہے کہ وہ نکتہ چینی اور جھگڑے کی بجائے راحت و سکون سے زندگی گزاریں۔ تاہم اگر بیوی اپنے فرائض کو ادا کرنے سے انکار کر دے تو شریعت نے خاوند کو درجہ بدرجہ اقدامات کا اختیار دیا ہے۔ مثلاً بات چیت کے ذریعے سمجھائے، یا قطع تعلق کے ذریعے فہمائش کرے یعنی بیوی کے بستر سے علیحدگی اختیار کرے اس طرح کہ گھر کے دوسرے افراد کو اس کا علم نہ ہو اور ان پر بُرا اثر نہ پڑے۔۔۔ اگر خاوند اور بیوی یا دونوں میں سے ایک کو یقین ہو جائے کہ آپس میں نباہ ممکن نہیں تو اسلام نے اس کے لیے حکم کا طریقہ تجویز کیا ہے یعنی دونوں فریق اپنی اپنی طرف سے ثالث مقرر کریں جو ان کی شکایات اور معاملات پر غور کر کے فیصلہ دیں۔

جامعہ امام محمد بن سعود کے استاد ڈاکٹر سعود ترکی نے زور دیا کہ عورتوں سے بدسلوکی اور بیویوں کو مارنے کے خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اکثر اس کا فوری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورتیں گھر سے بھاگ جاتی ہیں۔ اس سے نہ صرف خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتا ہے بلکہ معاشرے پر بھی برے اثرات پڑتے ہیں۔ میاں بیوی میں باہمی اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ محلے والے ایسے میاں بیوی اور خاندان کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس کا سب سے خوفناک اثر بچوں پر پڑتا ہے۔ جو بچہ ابتدائے عمر میں ہی اپنی ماں کی توہین ہوتے دیکھتا ہے، اس کے دل سے رشتوں کا احترام اُٹھ جاتا ہے۔ وہ اچھا شہری کیسے بن سکتا ہے۔

ماہرین نفسیات نے بیویوں کو مارنے کے دوسرے عوامل کی طرف بھی توجہ دلائی۔ لیلیٰ سالم کا کہنا ہے کہ یہ رویہ ہیجان کا نتیجہ ہے جو عقل کی کمی اور انسانیت کے عدم احترام کا ثبوت ہے۔ سعاد کہتی ہیں کہ بیوی کو مارنے والے خاوند عقلی اور منطقی کمزوری کا شکار ہوتے ہیں، وہ مشکلات کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ فاطمہ کا خیال ہے کہ جو خاوند اس رویے کے لیے قرآنی آیات سے جواز پیش کرتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ شریعت نے اس کی اجازت صرف "نشوز" کی صورت میں دی ہے یعنی آداب اور اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر نافرمانی کرنا۔ قرآن کریم میں جہاں بیوی کے نشوز کا ذکر ہے وہاں خاوند کے نشوز کو بھی بیان

کیا گیا ہے۔

سالم العید کا کہنا ہے کہ مار پیٹ ہمارے معاشرے کے قابلِ مذمت رویوں میں سے ہے۔ مردوں کی اکثریت عورتوں اور بچوں کو مارتی ہے۔ صرف بیویوں ہی کو نہیں، مرد اپنی بہنوں بلکہ ماؤں تک کو مارتے پیٹتے ہیں۔ اس کا جواز قرآن کریم سے کیسے لایا جاسکتا ہے۔ یہ ایک معاشرتی برائی ہے۔ محترمہ فادیہ نے اس کی نفسیاتی وجوہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ مرد محض اپنی انا کے لیے عورتوں اور بچوں کو مارتے ہیں، اکثر عورتوں کو مار پیٹ کا سبب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ بعض اوقات کھانا پسند نہ آنے پر بھی بیوی کو پیٹ ڈالتے ہیں۔ جامعہ ملک سعود کی ماہر نفسیات ڈاکٹر ماجدہ حماد نے واضح کیا کہ اسلام جو حسنِ معاملہ کا حکم دیتا ہے مار پیٹ کا حکم نہیں دے سکتا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اسلام کی خلاف ورزی کرنے والے مرد یا عورت دونوں قابلِ مذمت ہیں۔ جن کو مارنے پیٹنے کی عادت ہے وہ دراصل نفسیاتی مریض ہیں اور انھیں علاج معالجے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر خیری عیسوی نے تسلیم کیا کہ عورتیں اکثر خاوندوں کے ہاتھوں شدید زخمی ہوجاتی ہیں۔ وہ اس بات کا اعتراف نہیں کرتیں لیکن یہ مار پیٹ اتنی شدید ہوتی ہے کہ علاج معالجے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان کے خیال میں ہمارے معاشرے میں مار پیٹ عام ہے۔ صرف ان پڑھ طبقے میں نہیں بلکہ تعلیم یافتہ گھرانوں میں بھی یہ واقعات پیش آتے ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر اساتذہ بھی اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بچوں کی نفسیات پر اس کے گہرے اثرات پڑتے ہیں۔

ڈاکٹر ترکی نے کہا کہ مار پیٹ کے مرتکب افراد کو قانونی تحفظ دے کر انھیں اس نفسیاتی مرض میں مبتلا رکھنا درست نہیں۔ ایسے لوگوں کا نفسیاتی علاج ہونا چاہیے۔ مار پیٹ کے رجحان کو ختم کرنے کے لیے گھروں، مدرسوں اور جامعات میں باقاعدہ تربیت دی جائے کہ خاوند اور بیوی کے حقوق اور واجبات کیا ہیں، اور جھگڑے کی صورت میں اسلام نے کیا حکم دیا ہے۔ اس غلط فہمی کی تردید ضروری ہے کہ اسلام نے جھگڑے کا حل مار پیٹ تجویز کیا ہے اور اس کے ضوابط مقرر نہیں کیے۔